وفات ۳ر جنوری ۱۹۷۷ء

جناب محمد امین ایم ۔ اے
لیکچرار گورنمنٹ کالج ۔ مردان

حضرت مولانا غلام نبی صاحب فاروقیؒ

موت ایک حقیقت ہے ، ایک تلخ حقیقت ۔ یہ جب آنا چاہتی ہے ، تو پھر کسی کے روکے نہیں رکتی ، روزانہ ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے بیسیوں لوگ اس کا شکار ہوتے ہیں ۔ مگر ان میں سے بہت کم ایسے افراد ہوتے ہیں ، جن کے فنا ہونے سے نہ صرف اپنے رشتہ دار اور قریبی تعلق دار غمزدہ ہو جاتے ہیں ، بلکہ پورا عالم ایک ماتم کدہ بن جاتا ہے ۔

محرم الحرام کی چودھویں اور جنوری ۱۹۷۷ء کی چوتھی تاریخ تھی ، حضرت مولانا الحاج غلام نبی فاروقیؒ جو مدت سے مختلف شدید بیماریوں کا بڑے صبر و شکیبائی ، خاموشی اور ثابت قدمی سے مقابلہ کر کے خندہ بہ لب دعوتِ موت کو لبیک کہا ۔

حضرت مولاناؒ بیاسی (۸۲) سال کی عمر پا کر اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے ۔ اتنی طویل عمر اور اتنی خاموش زندگی ۔ اس حقیقت کی غمازی کرتی ہے کہ آپ کو لاشعوری طور پر بھی نمود و نمائش کا احساس نہیں ہوا ۔ جب آپ طالب علم تھے تو بھی علم کے جویا بنے پھرتے رہے ۔ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ــــ کہ "علم مومن کی ایک کھوئی ہوئی (گم شدہ) شئے ہے ، وہ اُسے جہاں پائے (فی الفور) اٹھائے " جگہ جگہ آپکے اساتذۂ کرام کی فہرست کافی لمبی ہے ۔ جن میں حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب (جو صوبہ سرحد سے تعلق رکھتے تھے ۔) فاضل مینڈو (ہندوستان) کی طرح ایک علاقائی شہرت رکھنے والے صاحب سے لے کر حضرت العلام محقق شہیر اور محدث کبیر شاہ انور شاہ صاحبؒ مرحوم کشمیری کیطرح ایک بین الاقوامی شخصیت تک جیسے حضرات شامل ہیں ۔

دارالعلوم دیوبند میں حضرت شاہ انور شاہ صاحب سے دورۂ حدیث پڑھا اور اپنی علمی استعداد اور صلاحیت کی برکت سے شاہ صاحب کی نظر گوہر شناس آپ پر پڑی اس لئے حضرت شاہ صاحب نے انہیں اپنے علمی روحانی اور اخلاقی فیوض سے خوب خوب سیراب ہونے دیا ۔ حضرت مولانا امین گل صاحب

(راقم کے والد بزرگوار) جو حضرت الحاج غلام نبی صاحب مرحوم کے زمانۂ طالب علمی کے رفیق ہیں، بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص حضرت شاہ انور شاہ صاحب تصویر دیکھنا چاہتا ہے تو حضرت مولانا غلام نبی صاحب کو دیکھے۔"

موصوفؒ کے دل میں حضرت شاہ صاحب کے لئے جو عقیدت تھی، اُس کی شدت کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے، جو مصنف "انوارِ انوری" حضرت محمد صاحب انوری مرحوم لائلپوری نے اپنی مذکورہ کتاب کے صفحہ ۱۱۹ پر نقل کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"ابھی فروری ۱۹۶۵ء سے۔ مولانا غلام نبی شرقپور (ضلع شیخوپورہ کا وہ قصبہ جہاں حضرت مولانا جامع مسجد گجراں میں خطیب کے فرائض انجام دے رہے تھے۔) سے آئے ـــ مولانا فاضلِ دیوبند ہیں۔ شاہ انور شاہ صاحب سے دورۂ حدیث شریف پڑھا ہے۔ تقریباً ۲۴ گھنٹے قیام فرمایا۔ اور حضرت شاہ صاحب کا تذکرہ فرماتے رہے بڑے فاضل ہیں۔ مردان کے علاقہ کے باشندے ہیں۔ جب میں نے بحیثیتِ نمبر بہاولپور کے مقدمے کا تذکرہ کیا اور یہ کہ حضرتؒ نے جامع مسجد بہاولپور میں وعظ فرمایا کہ میں نے ڈابھیل جانے کے لئے سامانِ سفر باندھ لیا تھا۔ کہ مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی، شیخ الجامعہ بہاولپور کا خط پہنچا ـــ" کہ تو قادیانیوں کے خلاف شہادت کے لئے آ۔" تو ہم نے سوچا کہ ہمارا اعمالنامہ تو سیاہ ہے ہی شاید یہی بات پیغمبر برحقؐ کی شفاعت کا سبب بن جائے، کہ نبی کریمؐ کا جانبدار بن کر بہاولپور میں آیا تھا۔" یہ سنتے ہی مولانا غلام نبی بے قرار ہوگئے اور رقت طاری ہوگئی۔ ص ۱۱۹ "انوارِ انوری"۔

محولہ بالا بیان سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے، کہ حضرت مولانا غلام نبی صاحب مرحوم کی علمیت مسلمہ تھی، کیونکہ مولانا محمد صاحب انوری مرحوم جیسی ہستی نے آپ کو "فاضل" کہہ کر یاد کیا ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ حضرت شاہ انور شاہ صاحب کے سچے عاشق اور عقیدتمند تھے، اور اسی گہرے تعلق کا نتیجہ تھا کہ آپ میں حضرت شاہ صاحب جیسا زہد و پارسائی، للّٰہیت و بے ریائی، علمی و ادبی دقیق النظری اور گہری نکتہ سنجی پیدا ہوئی۔ آپ کو تفسیر، حدیث، فقہ، عقائد، عربی و فارسی ادب اور صرف و نحو وغیرہا علوم پر مثالی عبور حاصل تھا۔ عمر کا اکثر حصہ درس و تدریس میں گذارا۔

تدریسی فرائض کے ساتھ ساتھ آپ پشتو، فارسی اور عربی زبانوں میں شعر گوئی بھی کیا کرتے تھے۔ نامور ہستیوں کی پیدائش یا وفات کی تاریخیں "ابجد" کے حساب سے نکالنے میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔

جہاں کہیں کوئی مبارک اور دل خوش کن محفل سجائی جاتی تو اسکی مناسبت سے قصائد مرتب کرتے۔ دارالعلوم عربیہ شیر گڑھ ضلع مردان میں ۹-۱۰ جولائی ۱۹۷۴ء کو جلسۂ دستار بندی منعقد ہونا تھا جس میں محقق عصر علامہ شمس الحق صاحب افغانی، حضرت العلامہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ، حضرت مولنا مفتی محمود صاحب وغیرہ تشریف لانے والے تھے۔ آپ نے اس عظیم الشان جلسہ کے لئے درج ذیل قصیدہ لکھ کر بھیجا:

فؤادی بربع الظاعنین الاوائل ۔۔۔ اسیر شدید الحب لیس براحل
نجوم الهدیٰ والذین کانوا ائمۃً ۔۔۔ لهم سالق الخیرات اهل التعادل
فلله الحمد ان لنا بعدہ مضیهم ۔۔۔ جبال العلوم ثم التفاضل
اقول لکم اهلاً وسهلاً ومرحباً ۔۔۔ عمائد دین الله اهل التواصل
الا حبذا دار العلوم بشیرکرہ ۔۔۔ بساحتها الیوم جمع الافاضل

فمولای شمس الحق شمس علومنا ۔۔۔ کبحر عظیم الموج من غیر ساحل
ومحمود مفتی الدین استاذ سنۃ ۔۔۔ وعند نزول الصعب مفتٍ لسائل
کذا الشیخ عبدالحق شارح سنۃ ۔۔۔ بنفع آثار انہج الاوائل

اس قصیدہ کے چند اشعار بطور نمونہ پیش کئے گئے، ویسے آپ کا یہ قصیدہ بہت طویل ہے۔
آپ کا تخلص ابوتراب ہے۔ جس سے آپ کی خاکساری اور منکسر المزاجی کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔
حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی محبت وخلوص کے اظہار کے لئے آپ نے شعر گوئی کو ایک بہترین ذریعہ پایا۔ ابتداءً پشتو میں شعر کہتے رہے، اور "سیرت خیر البشر" نامی ایک کتاب پشتو نثر میں لکھی۔ اس میں اکثر مقامات پر انہوں نے پشتو فارسی اور عربی اشعار کے بہترین نمونے سمودتے ہیں۔ کتاب کے سرورق پر "انتساب" کے لئے ایک رقت انگیز شعر تحریر کیا ہے۔ جو ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں:

پلوَم د مخ لرے کړه یه حال م شه خبر
د او ښکو ملغلرے م تو ئیږی په جولئ کښی

ترجمہ:- اے تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے چہرے سے چلمن کو ہٹا کر میرا حال جان لیجئے (اور دیکھئے) کہ میرے آنسوؤں کے موتی میرے دامن میں گر رہے ہیں۔

آپ نے بعض غیر مطبوعہ مجموعے بھی لکھے ہیں، جو بیشتر طور پر عربی قصائد ومراثی ہیں مگر جگہ جگہ اس میں فارسی

اشعار بھی ہیں، آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف میں " القصائد العربیہ فی تذکار خیر البریہ " نامی ایک کتابچہ مرتب کیا ہے، مگر اس کا علم بہت ہی کم لوگوں کو تھا۔ کیونکہ آپ ان کو صرف اپنے تک محدود رکھتے رہے، اور ان کا ورد کرکے روحانی غذا کا سامان کرتے رہے۔ یہ اب تک غیر مطبوعہ ہے۔ ایک تیسرا مجموعہ بھی ہے۔ جس کا کوئی نام نہیں رکھا گیا ہے۔ تاہم چونکہ اس میں مختلف مواقع پر کہے گئے مراثی، قصائد اور نظمیں شامل ہیں، اس لئے اسے " مجموعۂ متفرقات " کہنا مناسب ہوگا۔

حضرت مولانا غلام نبی صاحب نے فارسی زبان میں بھی جو شعر کہے ہیں وہ فنِ شعرگوئی میں اونچا مقام رکھتے ہیں۔ ایک پوسٹ کارڈ پہ حضرت مولانا امین گل صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم شیر گڑھ کو چند افسوسناک واقعات سے متاثر ہوکر اپنی حسرت وغم یوں ظاہر کرتے ہیں: ؎

اے جاں چرا بلب زدہ مہر از سکوت — برخیز تاکہ برزنی از بندِ لب صموت
وقت اوست تا بہ گوئی وہم بشنوی زغیر — احوالِ زندگی کہ بہ سلب است یا ثبوت
اہلِ زمانہ تنگ نظر اند وتنگ ذوق — در یاس و در قنوط تومی باش در قنوت

اور مقطع یوں ہے کہ:

دستِ دراز دار بدامانش بوتراب — در فکر واضطراب از صلوات ساز قوت

آپ کا فنِ مرثیہ نگاری بے نظیر تھا۔ علاقہ بنیر سکنہ گراڑی کے ایک برگزیدہ صوفی منش عالم حضرت میاں حسنؒ صاحب کی وفات حسرت آیات کے موقعہ پر آپ نے ۱۳۵۷ھ کو ایک قصیدہ بزبانِ فارسی رقم کیا۔ اس کے چند اشعار ملاحظہ کیجئے ؎

آہ ای گردون گردان آہ ای چرخ بریں — آہ ہجر اقربا وآہ احباب متین
آنکہ در فقہ وتفاسیر واحادیث بنحؒ — با یدِ طولیٰ بیا ورشد زما رحلت گزیں
اِصبری بالنفس اِنّ الصّبر خیر المنتہیٰ — اسعدی بالدمع یا عینی مع القلب الحزین

اس قصیدہ میں سنِ وفات کا مصرع یوں ہے ؎

آفتاب علم وتقویٰ بود باوصفِ حیا — در غروب اوست بی شک آیۃ للعٰلمین
۱۳۵۷ھ

حضرت مولانا غلام نبی صاحب دوستوں اور شناساؤں کی موت پہ اتنے رنجیدہ ہوتے کہ کوئی مرثیہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے تھے اور لزوم کے ساتھ سنِ وفات کی تخریج کرتے، مگر آپ کے اپنے ارتحال پر ملال پہ اب تک کوئی مرثیہ نہ لکھا جاسکا۔ کاش شعری ذوق اور مراثی نگاری کا شوق رکھنے والے حضرات اس طرف توجہ دیدیں۔ اور آپ کی روح کو طمانیت وفرحت پہنچانے کیلئے آپکی اس نیک روش کو زندہ د
کھیں